میلادالنبی ﷺ کی شرعی حیثیت

مفتی منیب الرحمٰن

قسط اول

''میلاد'' کے معنی ہیں: ''پیدائش کا وقت'' اور ''مَولِد'' کے معنی ہیں: ''پیدائش کی جگہ یا وقت''، دراصل یہ ظرف کا صیغہ ہے اور ظرف زمانی بھی ہوتا ہے اور مکانی بھی، یعنی کسی واقعے کے رونما ہونے کا زمان و مکان، سو میلاد کے معنی ہیں: زمانہ ولادت یا مقامِ ولادت۔ میلادالنبی ﷺ کے معنی ہیں: ''نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے احوال بیان کرنا یا آپ کی ولادتِ باسعادت پر مسرّت کا اظہار کرنا''۔ حدیثِ پاک کی مستند کتاب ''سننِ ترمذی'' میں ہے: ''بَابُ مَاجَاءَ فِی مِیلَادِ النَّبِیِّ ﷺ''، ''یعنی میلادالنبی ﷺ کا بیان''۔ اس باب کے تحت امام ابوعیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ قیس بن مَخرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں اور رسول اللہ ﷺ ''عام الفیل'' میں پیدا ہوئے اور حضرت عثمان نے قُباث بن اَشیَم سے پوچھا: عمر میں آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟، تو انہوں نے کہا: (مرتبے میں تو یقیناً) رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں، البتہ میری ولادت اُن سے پہلے ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے، (سننِ ترمذی: 3619)''۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ولادت بیان کرنے کو ''میلادالنبی ﷺ'' کا عنوان دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''(حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:) اور ان پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن ان کی وفات ہوگی اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے، (مریم: 15)''۔ ''(حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں) اور مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا کیا گیا اور جس دن میری وفات ہوگی اور جس دن میں (دوبارہ) زندہ اٹھایا جاؤں گا، (مریم: 33)''۔ ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام کی ولادت، وفات اور حشر کے دن اُن پر سلام بھیجنا سنتِ الٰہیہ ہے اور خود سُنّتِ انبیاء بھی ہے اور یہ مسلّمہ اصول ہے کہ سابق انبیائے کرام کے حوالے سے جو امور قرآن مجید میں بطورِ فضیلت بیان فرمائے گئے ہیں اور اُن کی ممانعت نہیں فرمائی گئی، وہ ہماری شریعت میں بھی جائز ہیں۔

مسلمانوں کے میلادالنبی ﷺ منانے کا مقصد اس کائنات میں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تشکُّر کا اظہار کرنا، رسول اللہ ﷺ کے ولادتِ باسعادت کے احوال، آپ کے نسبِ پاک اور فضائل کا بیان کرنا ہے اور یہ خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے: ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روزے کی بابت پوچھا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن میری بعثت (اعلانِ نبوت) ہوئی یا مجھ پر (پہلی بار) وحی نازل ہوئی، (صحیح مسلم: 1162)''۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ولادتِ باسعادت کے شکرانے کے طور پر ہر پیر کے دن نفلی روزہ رکھا کرتے تھے، سو ولادتِ مصطفی ﷺ کا تشکّر خود سنتِ مصطفی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں ملّا علی قاری لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ جس مقام پر اور زمانے کے جس حصے میں کوئی مبارک و مسعود واقعہ رونما ہوا ہو، تو اس کی وجہ سے اس زمان و مکان کو شرف و برکت مل جاتی ہے، (مرقاۃ المفاتیح، جلد: 4، ص: 475)''۔ سننِ ترمذی: 746 اور سننِ ابوداؤد: 2452 اور سننِ نسائی: 2419 میں بھی نبی کریم ﷺ کے ہر پیر کے دن نفلی روزہ رکھنے کا بیان ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے اپنے نسبِ پاک کا بیان بھی ثابت ہے:

''واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل میں سے کِنانہ کو چن لیا

اور کنانہ کی اولاد سے قریش کو چن لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے چن لیا، (صحیح مسلم: 2276)''۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں مُحَمَّد بِنُ عَبُدُ اللهِ بِنُ عَبُدُ الْمُطَّلِب بِنُ هَاشِمِ بِنُ عَبُدِ مُنَاف بِنُ قُصَيِّ بِنُ كِلَاب بِنُ مُرَّةَ بِنُ كَعُبِ بِنُ لُوَيِّ بِنُ غَالِب بِنُ فِهُر بِنُ مَالِک بِنُ نَضُر بِنُ كِنَانَةُ بِنُ خُزَيْمَةُ بِنُ مُدُرِكَةُ بِنُ إِلْيَاس بِنُ مُضَرَ بِنُ نِزَارِبِنُ مَعَدَ بِنُ عَدُنَان ہوں اور (از آدم وحوا علیہما السلام تا حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما نسب بنی آدم میں) جب بھی دو گروہ بنے، اللہ نے مجھے اُن میں سے بہترین میں رکھا، میں اپنے نسب کی ہر پشت میں ایسے ماں باپ سے پیدا ہوا (جن کا رشتہ نکاحِ صحیح سے قائم ہوا تھا)، سو عہدِ جاہلیت کی کوئی خرابی مجھے نہیں پہنچی اور (میرے تمام آباء واجداد) نکاحِ صحیح سے پیدا ہوئے، آدم علیہ السلام سے میرے سلسلۂ نسب میں کوئی ایسی کڑی نہیں ہے کہ جن کا تعلق حرام طریقے سے قائم ہوا ہو، یہاں تک کہ (نسب کی پاکیزگی) میرے ماں باپ تک قائم رہی، سو میں تم سب سے بہترین انسان ہوں، (دلائل النبوۃ، جلد: 1، ص: 175-174)''۔

آپ ﷺ سے روایت کردہ احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کا نورِ نبوت اور نسب حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ و آمنہ تک مسلسل پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا اور آپ کے تمام آباء اور امّہات میں معروف طریقے سے نکاح کا رشتہ قائم ہوا، لہٰذا آپ کا پورا سلسلۂ نسب طیب وطاہر اور کائنات میں سب سے اعلیٰ ہے، بیہقی کی ''دلائل النبوۃ'' اور محمد بن یوسف صالحی کی ''سُبُلُ الْهُدیٰ وَالرَّشَادِ فِیْ سِیْرَۃِ خَیْرِ الْعِبَادِ'' اور دیگر کتبِ سیرت میں یہ احادیث موجود ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں اور اس کی بے شمار نعمتوں میں سے یہ واحد نعمت ہے کہ جس کا اس نے خاص طور پر اہلِ ایمان پر احسان بھی جتلایا ہے، ارشاد ہوا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر احسان فرمایا کہ ان کے درمیان انہی میں سے رسولِ عظیم کو مبعوث فرمایا، جو ان پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کے (قلوب واذہان) کا تزکیہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، اگرچہ وہ اس سے پہلی کھلی گمراہی میں تھے، (آل عمران: 164)'' اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی حکم ہے: ''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو، (الضحیٰ: 11)''۔

قرآنِ مجید میں عید کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوانِ طعام نازل فرما، (تاکہ) وہ دن ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری (قدرت کی) طرف سے نشانی ہو جائے اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے، (المائدہ: 114)''۔ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ''خوانِ طعام'' کے نزول کو عید قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اُن کی اس دعا کا ذکر فرمایا، پس معلوم ہوا کہ نزولِ نعمت یا حصولِ نعمت کے موقع کو عید سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سعودی عرب میں ملک عبدالعزیز کی بادشاہت کے قیام کے دن کو ''عید الوطنی'' کہا جاتا ہے اور سعودی عرب کے علماء سمیت کسی نے بھی اسے بدعت سے تعبیر نہیں کیا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ وہ تو دنیاوی معاملہ ہے، جبکہ میلاد النبی ﷺ کو دین کا شعار سمجھ کر کیا جاتا ہے، اس لیے اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ ہم شروع میں بیان کر آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ولادتِ مبارکہ اور بعثت کے دن کا تشکر روزہ رکھ کر مناتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کا فعلِ مبارک دین کا شعار ہی قرار پائے گا، کیونکہ نعمتِ بعثت کا تعلق دین ہی سے ہے۔ اسی طرح حدیثِ پاک میں ہے: ''جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود یومِ عاشور کا روزہ رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے اس کی وجہ پوچھی؟، صحابہ نے عرض کیا: یہ نیک دن ہے، اس دن اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات عطا فرمائی تھی، تو موسیٰ علیہ السلام نے (اس کے شکرانے کے طور پر) روزہ رکھا۔ (نبی کریم ﷺ نے) فرمایا: میرا موسیٰ سے تعلق تمہاری بہ نسبت زیادہ ہے، پس آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور (صحابۂ کرام کو بھی) روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، (صحیح بخاری: 2004)''۔ دوسری احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کی مشابہت

مشابہت سے بچنے کے لیے صحابۂ کرام کو دس محرم کے ساتھ ایک دن پہلے (یعنی نو محرم) یا ایک دن بعد (یعنی گیارہ محرم) کو ملا کر دو دن کا نفلی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ اس سے نبی کریم ﷺ کا یہ شعار بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی کام اپنی ذات میں شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہے اور کسی جہت سے اُس میں اہلِ کتاب یا کسی دوسری شریعت سے مشابہت کا عنصر پایا جاتا ہے، تو محض مشابہت کی وجہ سے اس پسندیدہ کام کو ترک نہیں کیا جائے گا، بلکہ مشابہتِ صُوری سے بچنے کے لیے کوئی بہتر حکمتِ عملی اختیار کی جائے گی۔ اگر اس شعارِ نبوت کو ایک مسلّمہ اصول کے طور پر اختیار کر لیا جائے تو سنت و بدعت کے بہت سے امور احسن طریقے سے طے ہو سکتے ہیں، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ سے صحابۂ کرام نے قربانی کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے، (سنن ابن ماجہ: 3127)"۔

لوگ اپنے اپنے مزاج اور رائج شعار کے مطابق میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں، اگر اس میں منکرات اور ممنوعات کی آمیزش نہ ہو، تو اس کے جواز میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ لیکن دین کی ترجیحات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے، مثلاً: میلاد النبی ﷺ کا جلسہ منعقد ہو یا جلوس نکالا جائے، اس میں درود و سلام اور نعت خوانی ہو رہی ہو، لیکن وقت پر فرض نماز نہ پڑھی جائے یا نماز قضا ہو جائے یا سرے سے چھوڑ دی جائے، تو یہ طریقہ کسی بھی طور پر پسندیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا اور جو علماء و مشائخ ایسی مجالس اور جلوسوں کی قیادت کرتے ہیں، ان پر بھاری ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ لوگوں کو فرائض کے بارے میں متنبہ کرتے رہیں اور خود بھی اس کی پاسداری کریں، ورنہ بے عملی اور قول و فعل میں عدم مطابقت علماء و مشائخ کے بارے میں بدگمانی کا سبب بنتی ہے، اس کے بارے میں مزید گفتگو آئندہ کالم میں کی جائے گی۔

(روزنامہ دنیا نیوز، 17 نومبر 2018)